مثالیِ طالبِ علم

میرزا ادیب

کلاسک آرٹس

۲۹۰۲ شیش محل، آزاد مارکیٹ، دہلی ۱۱۰۰۰۶ فون : ۷۳۸۹۴۷

قیمت ۵/.

ناشر : کلاسک آرٹس ۲/ ۶۹۷ شیش محل آزاد مارکیٹ دہلی
سالِ اشاعت : ۱۹۸۹ء
مطبوعہ : فوٹو آفسیٹ پریس دہلی۔

اللہ تعالیٰ کا ہمارے پیارے رسولؐ کو دنیا میں
بھیجنے کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ ساری دنیا کو
علم سکھایا جائے۔ آپؐ خود علم سیکھنے اور علم سکھانے
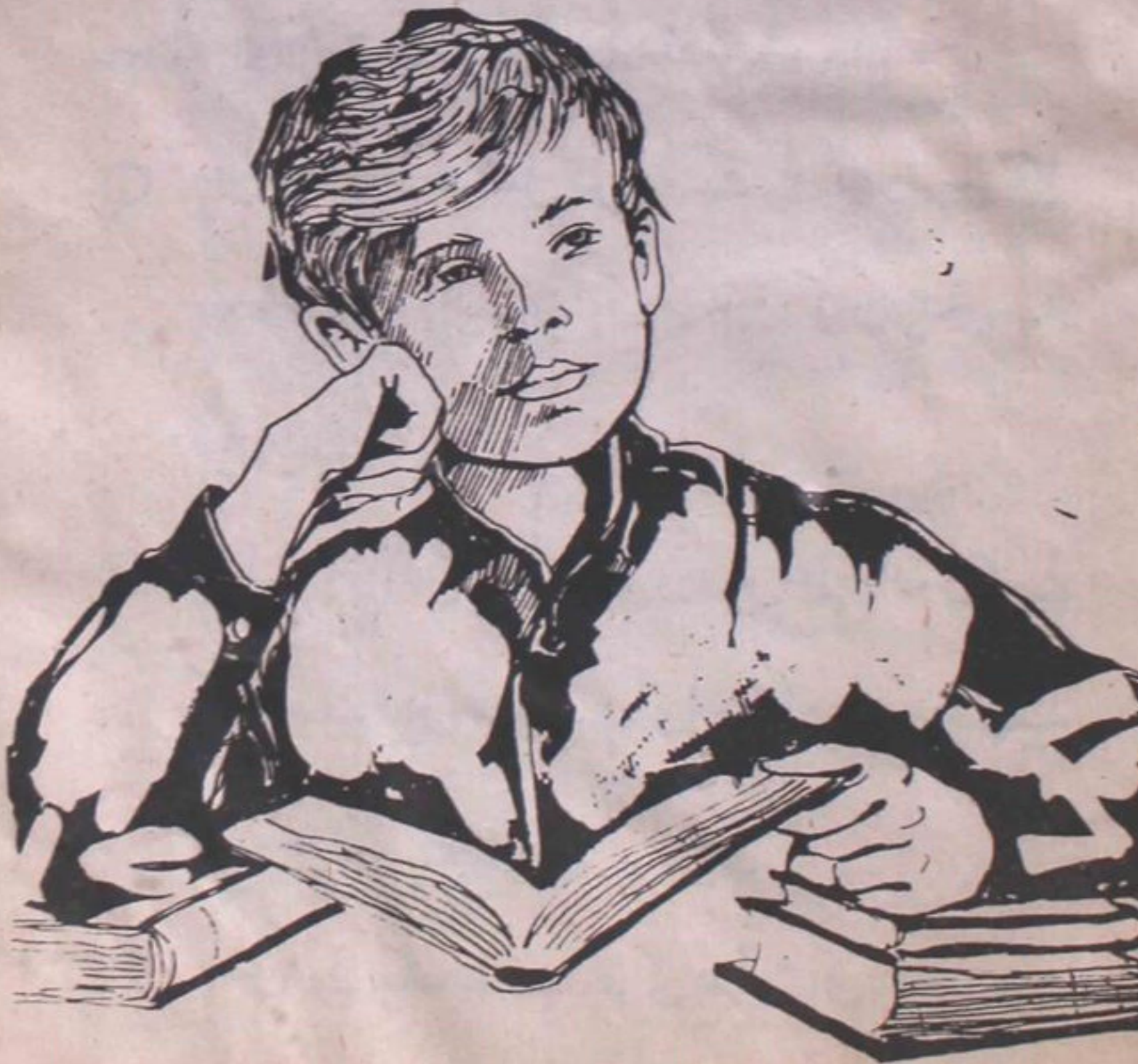
میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

(۱) علم سیکھو اور علم سکھاؤ۔

(۲) ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

(۳) ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو یعنی ساری زندگی علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ اسی طرح طالبِ علم کے متعلّق فرمایا:

(۱) جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے وہ جب تک واپس نہ آئے، اللہ کی راہ یعنی جِہاد میں ہے۔

(۲) طالبِ علم اگر صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے کی حالت میں مرتا ہے تو اس کا درجہ شہید کا درجہ ہے۔

(۳) جس نے ایک طالب علم کی عزّت کی، اس نے

ستّر شہیدوں کی

عزّت کی۔

ہمارے ہاں

عام طور پر طالب علم

سے مُراد وہ لڑکا

یا لڑکی ہے جو کسی

سکول، کالج یا

یونیورسٹی میں

پڑھتا ہو۔ مگر یہ

بات دُرست نہیں۔

طالب علم سے مُراد

وہ شخص ہے جو علم

حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہو۔ اس میں عمر یا

سکول، کالج کی تعلیم کا کوئی لحاظ نہیں - ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ کچھ باتیں یا کتابیں زبانی رٹ لینے کا نام علم نہیں - اصل بات یہ ہے کہ اس علم سے خود بھی فائدہ اٹھایا جائے اور دوسروں کو بھی اس علم سے فائدہ پہنچے - مثال کے طور پر صرف کھانا خاصی مقدار میں کھا لینا کوئی خوبی نہیں - اصل خوبی یہ ہے کہ خوراک جسم کا صحیح حصّہ بنے اور اس سے جسم میں طاقت آئے جس سے باقی کام کرنے میں مدد ملے - اسی طرح صرف کتابیں رٹ لینا کوئی بات نہیں - اصل بات یہ ہے کہ اس علم سے عملی زندگی بہتر ہو -

ہر طالب علم تو مثالی طالب علم نہیں ہوتا تو پھر مثالی طالب علم کون ہوتا ہے ؟

جب ہم کہتے ہیں کہ اسلم کو اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا دیا ہے تو اس سے ہماری مُراد یہ ہوتی ہے کہ اسلم کا بیٹا بہت خوبصُورت ہے۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں خوب صورتی کو بیان کرنے کے لیے چاند مثال بن گیا ہے۔ اس لیے جب کسی بچّے کے لیے چاند کی مثال دی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بچّہ چاند کی طرح خوبصُورت ہے۔ اس طرح ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خوبصورتی میں وہ ایک مثالی بچّہ ہے۔

چاند خوبصُورتی یا حُسن میں ہمارے لیے ایک مثال بن گیا ہے۔ بس یہی معاملہ اس طالب علم کے ساتھ بھی ہے جسے ہم مثالی طالب علم کہتے ہیں۔ ایسے طالبِ علم کو ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں لڑکا تو ایک مثالی طالب علم ہے تو ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وہ لڑکا بہت اچّھا طالب علم ہے۔ دوسرے لڑکوں کو بھی ایسا ہی اچّھا طالب علم بننا چاہیے۔

اب ہم ان خُوبیوں کے متعلّق غور کرتے ہیں جو

اگر کسی طالب علم میں ہوں تو وہ مثالی طالب علم کہلا سکتا ہے۔ ایک مثالی طالب علم ① علم حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے خواہ وہ کہیں سے ملے۔ ② حاصل کیے ہوئے علم سے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے، اور دُوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ ③ اپنا علم دُوسروں تک پہنچانے میں کنجُوسی سے کام نہیں لیتا بلکہ دوسروں کی مدد کرتا ہے ④ علم حاصل کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتا ⑤ اگر کسی بات کا علم نہ ہو تو خواہ مخواہ اپنی بات دوسروں پر نہیں ٹھونستا ⑥ اپنے اردگرد کے ماحول کے مطابق اپنے مسئلے حل کرتا ہے ⑦ ہر کام وقت پر کرتا ہے۔ ⑧ بڑوں کی عزّت کرتا ہے ⑨ ساتھیوں کی خدمت کرتا ہے ⑩ کسی کو تنگ نہیں کرتا۔

ہم جو کچھ اس سلسلے میں کہنا چاہتے ہیں اسے آسانی کے لیے دو حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک حصّے میں ہم بتائیں گے کہ مثالی طالب علم میں علم حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ ہوتا ہے۔ یعنی اسے علم سے اتنی محبّت ہوتی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے میں پوری پوری محنت کرتا ہے۔ اور دوسرے حصّے میں ان خُوبیوں کا ذکر کریں گے جو علم حاصل کرنے کے بعد زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہیں۔

علم حاصل کرنے کا جذبہ یا علم کی لگن کیا ہوتی ہے؟ اس کے لیے ایک کہانی سنیے :

قریباً ساڑھے نو سو سال پہلے ایک رات کا ذکر ہے کہ ہمارے ایک مشہور مسلمان بادشاہ سلطان محمود غزنوی ایک بڑے ضروری کام کے لیے اپنے

محل سے باہر نکلے اور ایک طرف چلنے لگے۔ ان کے
ساتھ اس وقت صرف ایک خادم تھا جو شمع دان

لیے ان کے آگے آگے چلا
جا رہا تھا۔

دونوں چلتے چلتے ایک سڑک پر پہنچ گئے۔ اتنے میں سلطان نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کوئی سایہ سا نظر آرہا ہے۔ وہ قریب گئے تو پتا چلا کہ ایک لڑکا کتاب ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے سُلطان کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ تھوڑی دُور ایک دکان میں دِیا جل رہا تھا، دِیے کی روشنی میں اس نے کتاب میں سے کچھ پڑھا اور واپس اپنی جگہ پر آگیا۔

سلطان خاموش نہ رہ سکے۔ انھوں نے لڑکے سے پُوچھا:

"میاں لڑکے! کیا کر رہے ہو؟"

لڑکے نے جواب دیا:

"جناب! میں اپنا سبق یاد کر رہا ہوں۔"

سلطان نے سوال کیا:

"تم اپنے گھر میں بیٹھ کر سبق کیوں نہیں یاد کرتے؟

یہاں سڑک پر کیوں آ بیٹھے ہو؟"

لڑکے نے بڑے ادب سے جواب دیا:

"حضور! یہاں میرا اپنا کوئی گھر نہیں ہے۔ ایک

رشتے دار کے گھر میں رہتا ہوں اور وہ لوگ رات کو

دیا بجھا کر سو جاتے ہیں۔ میں انہیں تکلیف دینا

نہیں چاہتا۔"

سلطان نے کہا:

"تو لڑکے! تم بھی سو جایا کرو۔"

لڑکے نے کہا: "نہیں جناب! ایسا ہرگز نہیں

ہو سکتا۔ مجھے علم سے بڑی محبّت ہے اور میں ہر حال

میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ گھر والوں کے ساتھ
سوجایا کروں تو علم کیسے حاصل کروں گا؟"

سلطان لڑکے کے جواب سے بہت خوش ہوئے
اور انھوں نے اس سے کہا:

"بیٹا! تمھیں اس شمعدان کی مجھ سے زیادہ ضرورت
ہے۔ یہ لے لو اور اطمینان سے پڑھو"۔ اور سلطان نے
اسے شمع دان دے دیا۔

اگرچہ شمع دان لڑکے کے حوالے کر کے سلطان
کو خود اندھیرے میں چلنا پڑا مگر انھوں نے اس کا
کوئی خیال نہ کیا۔ کیونکہ انھوں نے سمجھ لیا تھا
کہ لڑکے کو علم کی لگن ہے اور انھیں اس کی مدد کرنی
چاہیے۔ یہ ہے علم کی لگن جو ایک مثالی طالب علم میں
ہونی چاہیے۔

ایک رات محمّد علی کی پھوپھی کی آنکھ کھُل گئی
شاید انھیں پیاس لگی تھی اور وہ پانی پینا چاہتی تھیں۔
وقت دو بجے کا ہوگا۔ اس زمانے میں محمّد علی کی عمر
نو دس برس سے زیادہ نہیں تھی۔ اچانک انھوں نے
دیکھا کہ محمّد علی کے کمرے میں روشنی ہے۔ اس
سے انھوں نے یہ اندازہ لگایا کہ لڑکا کتاب پڑھتے
پڑھتے سو گیا ہے اور لیمپ نہیں بُجھا سکا۔

یہ سوچ کر کہ وہ خود جا کر لیمپ بجھا دیں وہ
اپنے کمرے سے نکل کر محمّد علی کے کمرے میں آگئیں۔
وہاں انھوں نے دیکھا کہ محمّد علی کتاب پڑھنے میں پوری
طرح مشغول ہے۔ انھوں نے محمّد علی سے کہا:
"میں تو سمجھی تھی کہ تو لیمپ جلتا ہُوا چھوڑ کر
سو گیا ہے مگر تُو تو جاگ رہا ہے۔"

محمّد علی نے جواب میں کہا :

"ہاں پھوپھی جان! میں راتوں کو جاگ کر پڑھتا رہتا ہوں۔ دن کو پڑھنے کے لیے زیادہ وقت نہیں ملتا۔"

پھوپھی بولیں :

"کیا تجھے علم سے اتنی محبّت ہے کہ رات کو دو دو تین تین بجے تک پڑھتا رہتا ہے ؟"

محمّد علی نے جواب دیا :

"علم سے تو مجھے اتنی محبّت ہے کہ جی چاہتا ہے ہر وقت پڑھتا ہی رہوں۔ لیکن اس سے صحّت خراب ہو جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے، اس لیے تھوڑی دیر سو کر آرام بھی کر لیتا ہوں۔"

پھوپھی نے اُسے دعائیں دیں اور اس کے کمرے سے چلی آئیں۔

مثالی طالب علم کا سب سے پہلا فرض یہ ہونا

چاہیے کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کرے۔

محنت کے بغیر دنیا میں کوئی بھی کام نہیں ہو سکتا۔

علم حاصل کرنے کے لیے بھی محنت کرنا پڑتی ہے۔

علم سے محبت ہونی چاہیے۔ لیکن یہ محبّت ایسی

نہیں ہونی چاہیے کہ ہم علم حاصل کرنے کے لیے محنت

کرنے کے علاوہ اور کوئی فرض ادا ہی نہ کریں۔ محمدؐ علی جناح نے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ ساری رات جاگ کر نہیں پڑھنا چاہیے۔ اس سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

اچھی صحت بھی اسی قدر ضروری ہے جس قدر علم کے لیے محنت کرنی۔ نہ تو اتنی محنت کرنی چاہیے کہ صحت خراب ہو جائے اور نہ صحت کا اتنا خیال رکھا جائے کہ آدمی محنت ہی نہ کرے۔ ایک مثالی طالب علم کو دونوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ ایک کی خاطر دوسرے سے بے پروا نہیں ہو جانا چاہیے۔

اچھی صحت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اگر صحت خراب ہو جائے تو آدمی ٹھیک طریقے سے علم بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی لیے تو بڑوں نے کہا ہے:

علم اور صحت ــــ دونوں نعمتیں ایک ساتھ ہوں تو بہتر ہے۔
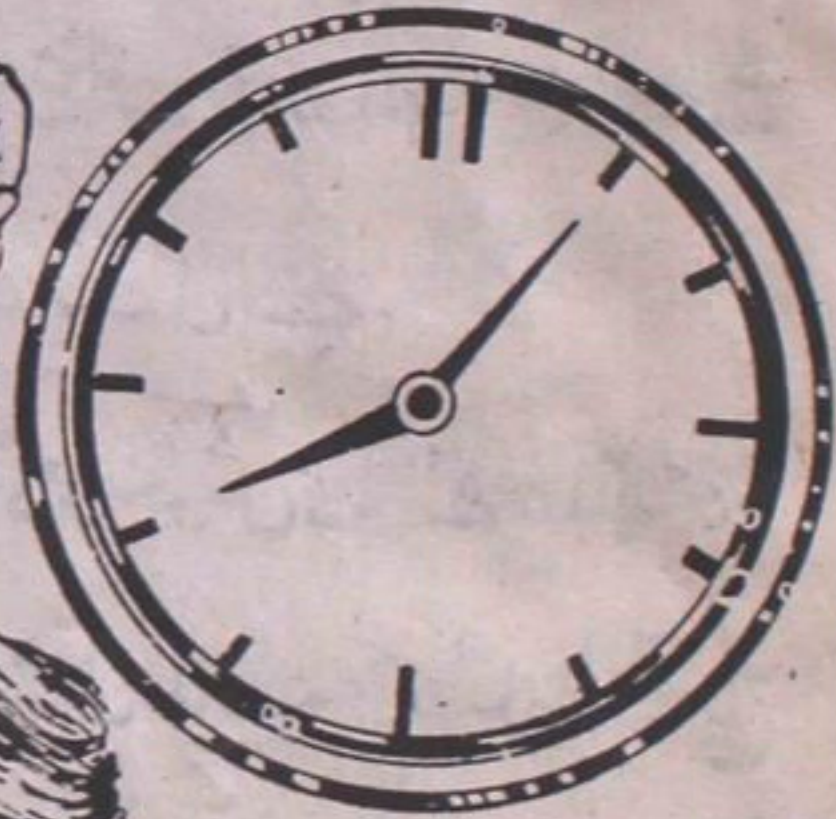
اسی طرح انھوں نے یہ بھی کہا ہے :

"پڑھنے کے وقت پڑھنا اور کھیل کے وقت کھیلنا

چاہیے۔"

اور ایک مثالی طالب علم اسی پر عمل کرتا ہے۔

گویا بزرگوں نے علم کے ساتھ اچھی صحت

کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت کی ہے۔

صحت اچھی ہو تو آدمی خوش دلی کے ساتھ کام

کر سکتا ہے۔ اسی لیے تو مثالی طالب علم کھیل اور تفریح

میں بھی حصّہ لیتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ

اچھی سے اچھی چیز بھی جب مناسب حد سے بڑھ

جاتی ہے تو اس سے فائدے کے بجائے نقصان ہو سکتا

ہے۔ کھیل یا تفریح میں حصّہ ضرور لینا چاہیے

کہ یہ صحت کے لیے ضروری ہے۔ مگر سارا وقت

کھیلنے ہی میں نہیں گزار دینا چاہیے، جس طرح کہ محنت کرتے رہنا اور کھیل کا خیال نہ کرنا اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ اسی طرح ہر وقت کھیلتے رہنا اور پڑھائی کی پروا نہ کرنا ایک ایسا طریقہ ہے جسے ایک مثالی طالب علم کبھی پسند نہیں کرتا۔ صحت کے لیے صبح کی سیر، مناسب ورزش اور فرصت کے وقت آرام ضروری باتیں ہیں۔ اسی لیے ایک مثالی طالب علم ان کے لیے ضرور مناسب وقت نکال لیتا ہے۔

ابھی ابھی ہم نے اُوپر کہا ہے کہ محنت ہو یا تفریح ان میں سے کسی کی بھی زیادتی اچھی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہر کام کا اپنا وقت ہوتا ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر

ہی کیا جائے تو اچھا لگتا ہے۔ نماز کے وقت نماز،

پڑھائی کے وقت پڑھائی، کھیل کے وقت کھیل اور

آرام کے وقت آرام۔ سیر کے لیے صبح کا وقت سب سے

اچھا ہوتا ہے۔ ایک مثالی طالب علم صبح اٹھ کر سب

سے پہلے تو وہ فرض ادا کرتا ہے جو بطور مسلمان کے اسے کرنا چاہیے اور یہ ہے نماز کا ادا کرنا۔ اس سے فارغ ہو کر سیر اور پھر دوسرے کاموں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر کام اپنے ٹھیک وقت پر ہونا چاہیے، یہ ایک مثالی طالب علم کا اصُول ہوتا ہے۔ وہ ہر کام اسی وقت کرتا ہے جس وقت اسے کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ دوپہر کے وقت سیر کرنے لگے اور رات کے وقت کھیلنا شروع کر دیا۔ رات خدا نے آرام کے لیے بنائی ہے اور دن کام کے لیے۔ دن کو کام اور رات کو آرام کرنا ضروری ہے۔ ہم نے ایک مثالی طالب علم کی جو خوبیاں بتائی ہیں، وہ یہ ہیں:

مثالی طالب علم کو علم سے محبّت ہوتی ہے۔ یہ محبّت صرف ایک زمانے میں نہیں ہوتی، ہمیشہ کے

لیے ہوتی ہے۔ ایک اچھا طالب علم ہمیشہ اپنے آپ
کو طالب علم ہی سمجھتا ہے۔ طالب علم تو علم کا طالب ہے۔
اور جب تک زندہ رہتا ہے، علم کا طالب ہی رہتا ہے۔
جب بھی کوئی شخص علم طلب کرے گا وہ طالب علم

بن جائے گا۔ عمر کے ہر حصّے میں وہ طالب علم بن سکتا ہے۔ اس کی عمر کتنی بڑی کیوں نہ ہو جائے۔ وہ کتنا بڑا کیوں نہ ہو جائے۔ کئی ایسے لوگوں کی مثالیں موجود ہیں کہ انھوں نے کافی بڑی عُمر میں پڑھنا شروع کیا اور چونکہ انھوں نے علم حاصل کرنے میں بڑی دلچسپی لی، محنت کی اور بڑے شوق سے سبق یاد کیا۔ وہ اپنی اس دلچسپی اور علم کی لگن کی وجہ سے عالم فاضل بن گئے اور وہ دُور دُور تک مشہور ہُوئے۔

دوسری بات ہم نے مثالی طالبِ علم کی یہ بتائی کہ وہ وقت کی پابندی کرتا ہے۔ ہر کام صحیح وقت پر کرتا ہے۔ پڑھائی کے ساتھ مناسب تفریح بھی کرتا ہے تاکہ دماغ تر و تازہ رہے اور محنت کرنے سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے وہ دُور ہو جائے۔

اب ہم ایک مثالی طالب علم کے دُوسرے پہلوؤں کی طرف توجّہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ علم حاصل کرنے، تفریح کرنے اور ہر کام ٹھیک وقت پر کرنے کے علاوہ اور کیا کچھ کرتا ہے۔ اور کس قسم کے فرض ادا کرتا ہے۔

دنیا میں ہر شخص دو جگہوں پر رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک جگہ ہے اس کا اپنا گھر اور دوسری جگہ ہے گھر کے باہر۔ وہ کوئی بھی مقام ہو سکتا ہے۔ سڑک، بازار، کوئی اور گھر جس میں وہ بطور مہمان کے جائے یا کسی باغ باغیچے یا کسی کے گھر میں بیٹھ کر دوستوں سے باتیں کرے یا تعلیم کے لیے مدرسے یا سکول میں جائے۔ دونوں جگہوں پر وہ بے کار نہیں بیٹھتا، کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ گھر میں ہے تو گھر کے کام کرتا ہے۔

بازار سے سودا سلف لانا، ماں باپ کی خدمت کرنی،
گھر میں کوئی بیمار ہے تو اس کے لیے دوا دارُو کا
انتظام کرنا، بیمار کو ڈاکٹر کے ہاں لے جانا یا ڈاکٹر کو

اپنے ہاں لانا۔ ایسے اور بہت سے کام ہیں جو وُ،
کرتا ہے۔

گھر میں انسان کی آدھی سے زیادہ زندگی بسر
ہوتی ہے اس لیے اُسے گھر کا پورا پورا خیال رکھنا

چاہیے اور مثالی طالب علم اس کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔

گھر میں اور گھر کے باہر مثالی طالب علم اپنے بزرگوں
کا ادب کرتا ہے۔ ان کی بات مانتا ہے۔ احترام کے
ساتھ ان سے گفتگو کرتا ہے اور چھوٹوں سے پیار
اور محبّت کرتا ہے۔ ان سے جو کچھ بھی کہتا ہے بڑی
نرمی اور پیار سے کہتا ہے۔ انھیں کسی بات سے منع
کرتا ہے تو بھی اس طریقے سے کہ وہ بُرا نہ منائیں
بلکہ فوراً اس کی بات مان لیں۔

نصیحت دوسروں پر صرف اس حال میں اثر
کرتی ہے جب نصیحت کرنے والا خود اس پر عمل کرے۔
اگر وہ دُوسروں کو سمجھائے کہ جھُوٹ مت بولو یہ
بہت بُری عادت ہے اور خود اس عادت سے پرہیز
نہ کرے تو اس کی نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہُوا ملتا ہے۔

ایک عورت اپنے بچّے کے ساتھ کسی بزرگ کے

ہاں گئی اور بولی:

"جناب! یہ میرا بیٹا بہت زیادہ گڑ کھاتا رہتا

ہے۔ اس کے دانت پہلے ہی خراب ہیں۔ گُڑ کھانے

سے دانت زیادہ خراب ہو جائیں گے اس لیے اسے گُڑ

کھانے سے منع کریں۔"

بزرگ نے عورت کی بات سُنی تو بولے:

"بہن! اسے کل میرے پاس لانا۔"

عورت بچّے کو لے کر گھر چلی گئی۔ دوسرے روز

بزرگ کے پاس آئی تو بزرگ نے بچّے کو بڑی محبّت اور

پیار سے سمجھایا:

"دیکھو بیٹا! گُڑ زیادہ نہیں کھانا چاہیے۔ اس سے

دانت خراب ہو جاتے ہیں اور دانت خراب ہو جائیں
تو انسان لُقمے کو اچھی طرح چبا نہیں سکتا۔ ایسی غذا
جو اچھی طرح چبا کر نہ کھائی جائے، ہضم نہیں ہوتی"۔
بچّے نے وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ گڑ نہیں کھائے
گا۔ عورت جانے کو تو چلی گئی مگر گھر جا کر یہ
سوچنے لگی کہ بزرگ نے آج جو کچھ کہا ہے وہ کل بھی
کہہ سکتے تھے۔ انھوں نے کل یہ لفظ کیوں نہیں
کہے تھے، آج کیوں کہے ہیں۔

اپنے کاموں سے فارغ ہو کر وہ بزرگ کی خدمت
میں حاضر ہو گئی اور پوچھنے لگی:

"جناب! آپ نے جو بات آج کہی ہے کل بھی کہہ
سکتے تھے۔ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بچّے کو کل لانا"۔

بزرگ نے کہا: "بہن! تم نے ٹھیک سوال کیا ہے۔

کل میں بچّے سے گڑ نہ کھانے کا وعدہ نہیں لے سکتا
تھا اور اسے گڑ کھانے سے منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔
کیونکہ میں نے خود گڑ کھا رکھا تھا۔ میری بات کا
کوئی اثر نہ ہوتا۔ آج میں نے گڑ کھانے سے توبہ
کر لی ہے اس لیے انشاءاللہ تعالیٰ تمہارے بیٹے پر
میری نصیحت کا اثر ضرور ہوگا۔"

گھر میں کُنبے کے ہر آدمی کو کئی ذمّے داریاں
پوری کرنی پڑتی ہیں۔ باپ کی حیثیت سے، ماں کی
حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے، شوہر کی حیثیت سے،
بھائی کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے، بیٹا یا بیٹی
کی حیثیت سے۔ یہ سب لوگ ایک گھر کے اندر رہتے
ہیں۔ یہ طالب علم بھی ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں
کہ ہر طالب علم مدرسے میں جائے۔ گھر میں بیٹھ

کر بھی انسان علم حاصل کر سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ
چاہیے کہ ایک مثالی طالبِ علم اپنی ہر حیثیت میں
کیا کرتا ہے۔

علم آدمی کو اپنی ذمّے داریاں جاننے اور انھیں ٹھیک
طور پر پورا کرنے کے لیے نہ صرف کہتا ہے بلکہ اس کے
لیے تیار بھی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مثالی طالب علم
اپنی ہر حیثیت کے مطابق اپنی ساری ذمّہ داریاں پوری
کرتا ہے۔ ایک مثالی طالب علم اس بات کو کبھی نہیں
بھُولتا کہ اسے ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا
گیا ہے اور اسے اس مقصد کو حاصل کرنا ہے۔ وہ
مقصد کیا ہے۔ علم حاصل کرنا، اس سے خود بھی
فائدہ اٹھانا اور دُوسروں کو بھی فائدہ پہنچانا۔

ایک مثالی طالب علم دوسرے لوگوں کی خوشی اور

غم میں شامل ہوتا ہے۔ مصیبت کے وقت دُوسروں
کی مدد کرتا ہے۔ اُن سے ہمدردی کا سلوک کرتا ہے
اور انھیں سہارا اور تسلّی دیتا ہے۔ اپنے قریبی دوستوں

اور ساتھیوں کے ساتھ اس کی ہمدردی کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ان کے ساتھ ہمیشہ محبّت سے پیش آتا ہے۔

شیخ سعدیؒ کے ایک شعر کا مطلب ہے:

دوست وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست کی
پریشانی اور مصیبت میں مدد کرتا ہے
اور اس کا سہارا بنتا ہے۔

خدانہ کرے اس کا کوئی دوست بیمار ہوجائے تو وہ اس کی خدمت کرتا ہے۔ اگر اسے روپے کی ضرورت ہے تو وہ اسے روپیہ دیتا ہے۔ اگر وہ پڑھائی میں کمزور ہے تو تھوڑا سا وقت نکال کر اسے پڑھاتا ہے اور یوں علم حاصل کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے۔

بعض لوگ صفائی کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ گندے
کپڑے پہنے رکھتے ہیں۔ انہیں بدلنے کی تکلیف نہیں
کرتے۔ بال بکھرے ہوئے ہیں تو انہیں بکھرے ہی
رہنے دیتے ہیں۔ کنگھی نہیں کرتے۔ کئی کئی دن نہیں
نہاتے۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ نہیں دھوتے۔ یہ
بہت بُری عادت ہے۔ صفائی زندگی کے لیے بڑی
ضروری چیز ہے۔ ہمارے رسولِ مقبولؐ نے فرمایا
ہے کہ ہر مسلمان کو صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔
آپؐ نے فرمایا صفائی ایمان کا حصّہ ہے۔ یعنی جو شخص
صفائی کا مناسب خیال نہیں رکھتا، اس کا ایمان کمزور ہے۔
مثالی طالب علم گھر میں ہو، سکول میں ہو، اپنا کوئی
کام کر رہا ہو وہ ہر جگہ اور ہر موقع پر صاف سُتھرا رہتا ہے۔
جسم صاف رکھنے کے لیے وہ اگر ہر روز نہیں تو دوسرے

تیسرے دن ضرور نہاتا ہے۔ یہ سردیوں کا معاملہ ہے۔ گرمیوں میں تو وہ ہر روز نہاتا ہے، بلکہ پسینے کی بُو سے بچنے کے لیے صبح و شام نہاتا ہے۔

کپڑوں کا قیمتی ہونا ہرگز ضروری نہیں البتّہ انھیں صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شخص میلے کچیلے کپڑے پہن کر کسی محفل میں جاتا ہے تو لوگ اسے پسند نہیں کریں گے

کیونکہ گندے کپڑوں سے بدبُو آتی ہے اور جو شخص گندے کپڑے پہنے رکھے اس کے پاس بھلا لوگ کیوں بیٹھیں گے؟

ایک مثالی طالب علم نہ صرف اپنے جسم اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھتا ہے بلکہ اپنی کتابوں اور کاپیوں کو بھی گرد و غبار سے بچا کر رکھتا ہے۔ کاپیوں پر داغ دھبّے نہیں ڈالتا۔ وہ ہر اس چیز کو جو اس سے متعلّق ہو، صاف سُتھرا رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

چند مہینے ہوئے کہ ہمارے گاؤں کے سکول میں پرائمری سکولوں کا معائنہ کرنے والے انسپکٹر صاحب آئے۔ ان انسپکٹر صاحب کو اسسٹنٹ ایجوکیشن افیسر کہتے ہیں۔ سکول کے اُستاد نے کہا کہ انسپکٹر صاحب ہر جماعت کے مثالی طالب علم کو انعام

دیں گے۔ ہم سب کو یقین تھا کہ سعید کو انعام ملے گا

کیونکہ وہ سب لڑکوں سے زیادہ ہوشیار تھا انسپکٹر

صاحب آئے مگر انہوں نے اُسے انعام نہ دیا۔ انعام

نہ دینے کی وجہ یہ بیان کی کہ باوجود اس بات کے

کہ سعید سے جو کچھ پوچھا گیا ہے اس کا اُس نے

ٹھیک ٹھیک جواب دیا ہے مگر وہ ایک مثالی طالب علم

نہیں ہے۔ مثالی طالب علم گندہ رہنا بالکل پسند

نہیں کرتا مگر سعید کے ہاتھ گندے ہیں اور ناخُن

بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک مثالی طالب علم کسی کی کمزوری

پر ہنستا نہیں، کسی کا مذاق نہیں اُڑاتا جبکہ سعید

اپنے ساتھی حمید کا گندہ مذاق اُڑا رہا تھا۔ اس لیے

وہ مثالی طالب علم نہیں۔

ایک مثالی طالب علم کسی کو اَن پڑھ دیکھے گا تو

پنے علم میں سے اس کو بھی حصّہ دے گا اور وہ اس
طرح کہ تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر اُسے پڑھائے
گا۔ مثالی طالب علم اپنے علم کو پھیلانا فرض سمجھتا ہے
ور علم اسی طرح پھیلتا ہے کہ پڑھا لکھا آدمی اَن پڑھ
و پڑھا کر اُسے بھی پڑھا لکھا بنا دے۔ یہ قوم اور مُلک
ی خدمت بھی ہے۔

شیخ سعدیؒ نے اپنے دو شعروں میں کہا ہے:

اے انسان! تجھے پتا ہے کہ جب تو
پیدا ہُوا تو کیا ہُوا تھا۔ تُو تو رو رہا تھا
اور جو لوگ تیرے پاس تھے وہ خوش
تھے۔ اس طرح زندگی بسر کر کہ جب
تو مرنے لگے تو تُو خوش ہو اور لوگ رو
رہے ہوں۔

ان کا مطلب یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو
لوگ اس کے آنے پر خوش ہوتے ہیں مگر وہ رو رہا
ہوتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی زندگی کے دوران
میں دوسروں سے نیکی کرے، محبت کرے، ہر
ایک کے کام آئے تاکہ اپنی زندگی کے آخر میں
غمگین نہ ہو کیونکہ اسے جو کچھ کرنا چاہیے تھا وہ
کر چکا ہوتا ہے۔ ہاں لوگ ضرور غم کریں کہ ایک
نیک انسان انہیں چھوڑ کر چلا جا رہا ہے۔

ایک مثالی طالب علم ایسی ہی زندگی بسر کرتا
ہے جیسی اوپر بیان کی گئی ہے۔